کوئی دوسری قوم چاہے اپنی تاریخ کو افسانہ یا کتاب المناقب بنانا پسند کرے۔ مگر یہ مسلمانوں کا فخر ہے کہ انھوں نے اپنی تاریخ کو عقیدت مندی کی عینک لگا کر نہیں لکھا بلکہ اسے آئینہ حقیقت بنایا ہے۔

تاریخ اسلام کی خصوصیت تاریخ اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کی بنیاد احادیث کی طرح سلسلۂ رواۃ پر قایم کی گئی ہے مشہور مورخ طبری (متوفی ۳۱۰ھ) نے اپنی کتاب تاریخ الامم والملوک میں اور دیگر متقدم مورخین واصحابِ سیر نے اپنی اپنی کتابوں میں ہر واقعہ کی سند بیان کی ہے مورخ ابن اثیر نے طبری کی تاریخ ہی سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے اس لئے تاریخ ابن اثیر ایک مستند تاریخ کی حیثیت سے علمارِ اہل سنت میں تسلیم کی جاتی رہی ہے علامہ شبلی نعمانی نے بھی اپنی کتابوں میں جا بجا اس کے حوالے دئے ہیں یہ امہات کتب تاریخ جن کی تالیف عہد عباسی میں حدیث کی معتبر کتابوں کے ساتھ ساتھ عمل میں آئی بعد کے مورخوں کے لئے ماخذ و مرجع قرار پائیں اور جس طرح کسی مسئلہ دینی کی بحث میں بخاری یا مسلم کا حوالہ دینا کافی سمجھا جاتا ہے اسی طرح کسی تاریخی بحث کے سلسلہ میں متقدمین مورخین کی ان کتابوں کا حوالہ دینا سندی اعتبار سے کافی ووافی ہے۔

واقعہ بیعت کی سندی حیثیت حضرت معاویہؓ کا سفر مکہ و مدینہ اور حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ سے ان کی گفتگو اور مجلس عام میں ان کا ان اصحاب کی بیعت کے متعلق اعلان یہ سب امور جن کو میں نے اپنی کتاب "خلافت بنی اُمیہ" میں درج کیا ہے "تاریخ ابن اثیر" سے ماخوذ ہیں اور اپنی عادت کے مطابق میں نے ان کے بیان میں کافی احتیاط برتی ہے۔ ورنہ ابن اثیر نے تو یہاں تک نقل کیا ہے کہ "جب حضرت معاویہ مجلس میں اعلان کرنے کے لئے ان چاروں بزرگوں کو ساتھ لے کر جانے لگے تو آپ نے ان میں سے ہر ایک کے سر پر دو دو مسلح سپاہی مسلط کر دیتے اور حکم دیا کہ اگر یہ میرے خلاف ایک لفظ بھی زبان سے نکالیں تو ان کا سر قلم کر دیا جائے"

علامہ محمد خضری نے اپنی تاریخ میں ابن کثیر کے طویل بیان کی تلخیص ان الفاظ میں کی ہے:

انی کنت اخطب فیکم فیقوم الی
القائم منکم فیکذبنی علی رؤس
الناس فاحمل ذلک فاصفح فانی
قائم بمقالۃ فاقسم باللہ لئن ردّ علی
احد منکم کلمۃ فی مقامی ھذا لا
ترجع الیہ کلمۃ غیرھا حتی یسبقھا
السیف الی راسہ فلا یبقین رجل
الا علی نفسہ ثم دعا صاحب حرسہ
بحضرتھم فقال اقم علی راس کل
رجل من ھؤلاء رجلین مع کل احد
سیف فان ذھب رجل منھم یرد
علی کلمۃ بتصدیق او تکذیب فلیضرباہ
بسیفھما ثم خرج وخرجوا معہ

(تاریخ الامم الاسلامیہ ج ۲ ص ۱۰۱ ص ۱۰۲)

حضرت معاویہ نے فرمایا اب تک تو یہ صورت رہی ہے کہ میں تقریر کرنے کھڑا ہوتا تھا تو تم میں سے کوئی شخص کھڑا ہو کر مجمع عام میں میری تردید کر دیا کرتا تھا میں اسے برداشت کر لیتا تھا اور چشم پوشی کر جاتا تھا لیکن اب ایسا نہ ہو سکے گا۔ میں تقریر کروں گا اور خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم میں سے کسی نے میری کسی بات کی تردید کی تو وہ دوسری بات زبان سے نکالنے بھی نہ پائے گا کہ تلوار اس کا کام تمام کر دے گی۔ لہذا تم کو اپنی جانوں پر رحم کرنا چاہئے۔ پھر حضرت معاویہ نے اپنے باڈی گارڈ کے افسر کو بلایا اور اس سے کہا کہ ان چاروں صاحبوں میں سے ہر ایک کے سر پر دو شمشیر بند سپاہی ہوں کو مسلط کر دو۔ اگر ان میں سے کوئی کسی قسم کا کوئی لفظ اپنی زبان سے نکالنا چاہے تو سپاہی اس کا کام تمام کر دیں اس انتظام کے بعد حضرت معاویہ ان صاحبان کو ساتھ لے کر مجلس میں گئے۔

تفصیل بالا سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ واقعہ زیر بحث کے متعلق جو کچھ میں نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے وہ مستند تاریخی بنیادوں پر مبنی ہے۔ لہذا بحیثیت مورخ کے اس سلسلہ میں میں اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو چکا ہوں اور مجھ پر کوئی اعتراض و الزام باقی نہیں رہتا۔

مسئلہ کا دینی پہلو

اب مسئلہ کا دینی پہلو رہ جاتا ہے بحیثیت مورخ کے نہیں بلکہ بحیثیت ایک دینی طالب علم کے آپ مجھ سے یہ سوال کر سکتے ہیں کہ "کہا گیا ہے الصحابۃ کلھم عدول اور حضور

بھی صحابہ میں سے تھے لہذا یہ خلاف واقعہ بیان انھوں نے مجمع عام میں کیسے دیا اور اس بیان کے بعد ان کی "عدالت" کیسے باقی رہی؟

تو دراصل آپ کا یہ سوال کچھ اسی واقعہ ہی سے متعلق نہیں بلکہ حضرت معاویہ کے دورِ حکومت و سیاست کے کئی واقعات ایسے ہیں جو اس سوال کو پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً واقعہ تحکیم جو جنگ صفین کے دوران میں پیش آیا یا واقعہ استلحاق زیاد ابن ابیہ۔ اور واقعہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں میدان صفین میں اور دوسرے مواقع میں ان کا صف آرا ہونا جس کے نتیجہ میں ہزاروں صحابہ کرام شہید ہوئے جن میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جیسے اکابر صحابہ بھی تھے، حالانکہ قرآن کریم میں ہے

من قتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم — جس کسی نے کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کیا اس کا بدلہ جہنم ہے

تو سب سے گہرا دھبہ تو حضرت معاویہ کے دامان عدالت و ثقاہت پر اگر ہو سکتا ہے تو یہ ہے دوسرے سب امور تو ضمنی ہیں اور نسبتہً غیر اہم۔

حضرت معاویہ کا نقطۂ نظر حقیقت واقعہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ:۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد تھے۔ ان کے قاتلین نے ان کو مظلومانہ قتل کیا۔ وہ حضرت علیؓ کو بھی اس گروہ میں شامل سمجھتے تھے یا کم از کم ان کا یار و مددگار یہی وجہ تھی کہ جو قاصد حضرت معاویہ کے پاس حضرت علیؓ کی طرف سے پیام طلب بیعت لے کر گئے تھے جب وہ واپس آئے اور انھوں نے حضرت معاویہ کے اس الزام کا ذکر کیا تو حضرت علیؓ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا

اللھم انی ابرأ الیک من دم عثمان — اے اللہ میں تیرے روبرو قتل عثمان سے براءت ظاہر کرتا ہوں

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو انھوں نے منعقد تسلیم نہیں کیا تھا۔ برخلاف اس کے اہل شام سے بیعت لے کر انھوں نے خود کو خلیفۃ المسلمین قرار دے لیا تھا۔ اس سلسلہ میں

جو لوگ ان کے مقابلہ کے لئے آمادہ ہوئے وہ ان کو فئتہ باغیہ قرار دیتے تھے اور ان سے جنگ کرنے کو حق بجانب سمجھتے تھے۔

جب صورت حال یہ تھی تو ان کی پوری سیاست کو اسی نقطۂ نظر سے دیکھنا چاہیئے۔ حدیث شریف میں ہے کہ الحرب خدعۃ (لڑائی نام ہی دھوکہ کا ہے) تو حضرت معاویہ نے حضرت علیؓ اور اپنے دیگر مخالفین کے مقابلہ میں جو جو حربے استعمال کیے وہ اسی جنگ کے مختلف انداز تھے جن کو وہ "میدان جنگ" میں اپنے حریفوں کے مقابلہ میں بالکل جائز سمجھتے تھے واقعہ بیعت یزید اور اس قسم کے دوسرے واقعات بھی اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

اہل سنت کا مسلک البتہ اہل السنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ "حضرت معاویہ کا یہ خیال صحیح نہ تھا۔ شہادت حضرت عثمانؓ واقعی مظلومانہ ہوئی مگر اس سے حضرت علیؓ کا دامن قطعاً آلودہ نہ تھا اور حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے مابین نزاع میں حق حضرت علیؓ کی طرف تھا چنانچہ حضرت عمار ابن یاسرؓ کے متعلق ترمذی اور مسلم کی حدیث ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ابشر عمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ — اے عمار بشارت ہو کہ تم کو باغی گروہ قتل کرے گا۔

اور حضرت عمار جنگ صفین میں حامیان معاویہؓ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

مشکوٰۃ المصابیح میں بحوالہ صحیحین ایک حدیث منقول ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ:۔ حضرت حذیفہ نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا "یا رسول اللہ ہم جاہلیت اور شر کی مصیبت میں مبتلا تھے اللہ تعالے نے ہم کو نعمت اسلام سے سرفراز فرمایا اس خیر کے بعد پھر تو ہم کو شر سے واسطہ نہ پڑے گا؟ آپ نے فرمایا "ہاں اس خیر کے بعد پھر شر ہوگا حضرت حذیفہ نے عرض کیا "اس شر کے بعد پھر خیر آئے گی؟" حضور نے جواب دیا "آئے گی مگر وہ خیر خالص نہ ہوگی بلکہ اس میں شر کی آمیزش ہوگی" حضرت حذیفہ نے عرض کیا وہ آمیزش کیا ہوگی؟ حضور نے فرمایا ایسی قوم سے واسطہ پڑے گا جو

یستنون بغیر سنتی ویھدون بغیر ھدی تعرف منھم وتنکر

وہ میری سنت کو چھوڑ دیں گے اور سیاست میں میرے طریقہ کے علاوہ دوسرا طریقہ اختیار کریں گے کچھ باتیں ان کی قابل قبول ہوں گی اور کچھ قابل رد

حضرت حکیم الامۃ شاہ ولی اللہؒ اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے "باب الفتن" میں اس حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:- یعرف امرکم وینکر حضرت معاویہ سے متعلق ہے چونکہ ان کی سیرۃ بادشاہوں کے طرز پر تھی نہ کہ خلفاء کی روش پر" اور صاحب مرقاۃ (علی المشکوٰۃ) نے لکھا ہے کہ "شر ثانی سے مراد فتنہ شہادت عثمانؓ ہے اور خیر ثانی سے حضرت معاویہ اور امام حسن رضی اللہ عنہما کی صلح اور دخن (آمیزش شر) سے وہ واقعات مراد ہیں جو زیاد (حاکم امیر معاویہؓ) کے زمانہ میں ظہور میں آئے"

طبرانی کی ایک حدیث ہے جسے حافظ ابن کثیرؒ نے البدایۃ والنھایۃ میں نقل کیا ہے کہ فرمایا رسول اکرم صلعم نے

ان ھذا الامر بدأ رحمۃ ونبوۃ ثم یکون رحمۃ وخلافۃ ثم کائن ملکا عضوضا ثم کائن عتوا وجبریۃ وفسادا فی الارض یستحلون الحریر والفروج والخمور ویرزقون علی ذلک وینصرون حتی یلقوا اللہ

اسلام کا آغاز رحمت و نبوت سے ہوا ہے۔ پھر یہ رحمت اور خلافت ہوگی۔ پھر یہ جابرانہ سلطنت ہوگی پھر یہ سرکشی اور فتنہ و فساد میں تبدیل ہو جائے گی کہ لوگ ریشم اور زنا اور شراب کو حلال قرار دے لیں گے تاہم رزق اور فتوحات ان کو حاصل ہوتی رہیں گی یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملیں گے۔

(البدایۃ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰)

اس حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے نبوت کا اختتام ہوگیا۔ اور وہ خلافت جو تلوار سے آلودہ نہ ہوئی حضرت عثمانؓ کی شہادت پر ختم ہوگئی اور اصل خلافت حضرت علیؓ کی

شہادت اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی معزولی پر ختم ہو گئی۔ اور "ملک عضوض" وہ زمانہ ہے جس میں بنی امیہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی لڑائیاں رہیں۔ اور بنی امیہ سختیاں کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت معاویہ کی حکومت قائم ہو گئی اور سرکشی اور تشدد کا زمانہ عباسیوں کا ہے۔ اس لئے کہ انھوں نے آئین حکومت میں قیصر و کسریٰ کا طریقہ اختیار کیا تھا۔

حضرت معاویہ کی خطاء اجتہادی | ان تفصیلات سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت معاویہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں حق پر نہ تھے۔ ان کا حضرت علیؓ کے مقابلہ میں آنا ان کی خطاء تھی اور اپنی اور اپنے گروہ کی ... کے لئے انھوں نے جو صحیح اور غلط طریقے اختیار کئے وہ خطا سے خالی نہ تھے۔ البتہ یہ خطاء خطاء اجتہادی تھی یعنی انھوں نے دیدہ و دانستہ حق سے چشم پوشی نہیں کی تھی بلکہ تحقیق واقعات اور ... سے استخراج نتائج میں ان سے نادانستہ غلطی ہوئی۔ اگرچہ انھوں نے اپنی طرف سے تحقیق حق میں کوئی کمی نہیں کی مگر صورت حالات کچھ ایسی پیدا ہو گئی کہ وہ حق کو نہ پہنچ سکے۔

ایسی خطاء "خطاء اجتہادی" کہلاتی ہے اور خطاء اجتہادی نہ صرف یہ کہ ناقابل گرفت ہے بلکہ کسی دینی معاملہ میں کسی رئیس دینی سے ایسی غلطی سرزد ہو جائے تو بروئے حدیث وہ مستحق اجر ہوگا۔ فرمایا جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

اذا اجتهد الحاكم فاخطاء فله اجر — حاکم اسلام سے اگر اجتہادی غلطی سرزد ہو تب بھی اسے ثواب ملتا ہے۔

لہذا اپنی خلافت کے قیام کے لئے حضرت علیؓ سے جنگ کرنے میں، اور اپنی خلافت کے استحکام کے لئے دوسرے اقدامات میں جن میں واقعہ بیعت یزید بھی شامل ہے، اگرچہ وہ حق پر نہ تھے اور ان سے مختلف غلطیاں ہوئیں تاہم وہ سب ان کی حسن نیت کی برکت سے ان کے نامۂ اعمال میں ثواب ہی بن کر لکھی گئیں[1] اور ان سے ان کی عدالت و ثقاہت پر کوئی حرف نہیں آیا۔

خلاصۂ بحث | اس بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ کے مابین مشاجرات میں حضرت علیؓ حق پر تھے اور حضرت معاویہ ناحق پر۔ حضرت معاویہ سے اپنی سیاست کو کامیاب بنانے کے سلسلہ ...

[1] یہ اندازِ تعبیر احتیاط کے خلاف ہے (مصحح) ۳۶

میں متعدد غلطیاں ہوئیں جن میں بنیادی غلطی یہی تھی کہ وہ خلیفہ رابع کے مقابلہ میں میدان جنگ میں آئے اور انھیں ناکام بنا کر خود کامیاب ہوئے مگر حضرت معاویہ کی یہ غلطی اجتہادی غلطی تھی اور اجتہادی غلطی سے ان کی عدالت وثقاہت مجروح نہیں ہوتی بلکہ ان کے اجر و قدر میں اضافہ ہوتا ہے۔

عدالت اور عصمت کا فرق اسی ذیل میں اس طرف اشارہ بھی ضروری ہے کہ عصمت اور عدالت میں بڑا فرق ہے۔ عصمت تو اس وصف کا نام ہے جس کی بنا پر صاحب عصمت گناہوں سے بالکل محفوظ و مصئون رہتا ہے۔ داخلی وخارجی اسباب کی بنا پر اس سے گناہوں کا صدور ہی ناممکن ہو جاتا ہے۔ خداوند قدوس خود اس کی حفاظت وصیانت کا ذمہ دار بن جاتا ہے یہ درجہ ہے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا جن کی ذات گرامی امت کے لئے مکمل نمونہ ہدایت وسعادت ہوتی ہے اور جن کی ذرا سی لغزش سے اقوام وملل کی زندگی کا نظام تہ وبالا ہو سکتا ہے۔

امام راغب اصفہانی "مفردات القرآن" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

وعصمة الانبياء حفظه تعالى اياهم اولا بما خصهم به من صفاء الجوهر ثم بما اولاهم من الفضائل الجسمية والنفسية ثم بالنصرة وتثبيت اقدامهم ثم بانزال السكينة عليهم وبحفظ قلوبهم وبالتوفيق قال تعالى والله يعصمك من الناس

(مفردات ص ۳۴۱)

اور عصمت انبیاء سے مراد وہ نگرانی و حفاظت ہے جو جناب باری تعالیٰ کی طرف سے ان کی ہوتی ہے اولاً اس طرح کہ ان کا مایۂ خمیر ہی طہارت و پاکیزگی کو بنایا جاتا ہے پھر اس طرح کہ ان کو اعلیٰ جسمانی ونفسانی کمالات عطا فرمائے جاتے ہیں۔ پھر اس طرح کہ نازک مواقع پر نصرت خداوندی ان کی مدد کرتی ہے اور ان کے قدموں کو راہ حق سے ڈگمگانے نہیں دیا جاتا پھر اس طرح کہ ان کو طمانیت باطنی، جمعیت قلبی اور توفیق خیر سے سرفراز فرمایا جاتا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے واللہ یعصمک من الناس

عدالت اصولیین کی ایک اصطلاح ہے۔ وہ "عادل" اسے کہتے ہیں جو رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹا بہتان نہ باندھے اور ان کی طرف کسی روایت کی غلط طور پر نسبت نہ کرے۔ "الصحابۃ کلھم عدول" اگرچہ حدیث نہیں ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ علماء اہل سنت نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ صحابۂ کرام سب عدول تھے اور ان میں سے کسی نے رسول اکرم صلعم کی ذات مقدسہ کی طرف کوئی جھوٹی حدیث منسوب نہیں کی۔

حضرت مولانا عبد الحیٔ لکھنوی کے فتاویٰ میں ایک سوال و جواب کی عبارت یہ ہے:۔

سوال ۔ در عقیدہ اہل سنت است کہ الصحابۃ کلھم عدول مراد از عدالت چیست۔

جواب ۔ ایں عقیدہ نہ در کتب قدیمہ عقائد است و نہ در کتب علم کلام۔ بلکہ ایں فقرہ را محدثین در اصول حدیث بمقام تعدیل طبقات رواۃ می آرند و کسے کہ ایں را در عقائد درج کردہ است از ہمانجا آوردہ باشد و مراد از عدالت پرہیز کردن از قصد کذب در روایت و فی الحقیقت تمام صحابہ متصف بعدالت کذائی بودند و کذب علی النبی صلعم را اشد گناہ می پنداشتند (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبد الحیٔ جلد ۳ صہ ۱۲)

سوال ۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ "الصحابۃ کلھم عدول" مراد عدالت سے کیا ہے؟

جواب ۔ یہ عقیدہ نہ عقائد کی قدیم کتابوں میں ملتا ہے اور نہ علم کلام کی کتابوں میں بلکہ اس فقرہ کو محدثین اصول حدیث میں راویان حدیث کے مختلف طبقوں کی تعدیل کے موقعہ پر استعمال کرتے ہیں تو جس کسی نے اسے عقائد میں شامل کیا وہیں سے اس کو اخذ کیا ہوگا اور عدالت سے مراد ہے رسول اللہ صلعم سے کسی حدیث کو روایت کرنے میں قصداً جھوٹ بولنے سے پرہیز کرنا۔ اور درحقیقت تمام صحابۂ کرام اس قسم کی عدالت سے موصوف تھے اور حضور کی طرف جھوٹی حدیث کی نسبت کو سخت

اس تفصیل سے یہ ظاہر ہے کہ مشاجرات کے سلسلہ میں اگر کسی صحابی سے نادانستہ یا دانستہ کوئی غلطی ہوئی بھی ہو تو اس سے ان کے دامان عدالت پر کوئی داغ نہیں آتا۔ واللہ تعالےٰ اعلم و علمہ ا؛

علم حدیث بہار میں
ایک اجمالی خاکہ

از
(مولانا ابو محفوظ الکریم معصومی لکچرر تاریخ مدرسہ عالیہ کلکتہ)

صوبۂ بہار کو بڑے بڑے افاضل داعیان کے مولد و منشاء ہونے کا فخر حاصل ہے اس صوبہ میں شعراء، صوفیا، محدثین و فقہا کی جماعتیں ہر دور میں نظر آتی ہیں جن کے مآثرِ علمیہ کا اکثر و بیشتر حصہ تطاولِ ایام اور اعقاب کی کور مذاقی کی نظر ہوا، شیخ بدھ، ملا محب اللہ، ملا غلام یحییٰ نگرنہسوی، علامہ نذیر حسین سورج گڈھی وغیرہ جن کا تبحر منطق، فلسفہ، اصول، فقہ اور حدیث میں مسلم ہے اسی خاک سے پیدا ہوئے!

بہار میں مسلمانوں کا پہلا کارواں اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی (م سنہ ۶۰۲ھ سنہ ۱۲۰۴ء) سے بھی پیشتر ان مجاہدین کرام کا نظر آتا ہے جو رہبان فی اللیل و فرسان فی النہار کے مصداق تھے، میری مراد حضرت تاج فقیہ اور قطب سالار کی مختصر سی جماعت سے ہے جنہوں نے مخدوم زادگان منیر کے سفینوں کی رو سے سنہ ۵۷۶ھ / سنہ ۱۱۷۸ء میں منیر کو فتح کیا[1]، جہانبانی و ملک گیری ان بزرگوں کا شیوہ نہ تھا البتہ ان کے اقدام و شوقِ جہاد نے مسلم مملکت کی توسیع میں ہمیشہ تمہید کا کام

---

[1] فتح منیر کی تاریخ "دین محمد شد قوی" سے نکلتی ہے، منیر اور اس کے نواحی میں حضرت تاج فقیہ کے ورود سے بھی پہلے مسلمانوں کا وجود ثابت ہوتا ہے: ایک برہمی کتبہ کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ بختیار خلجی کے حملہ سے تقریباً سو برس قبل منیر اور اس کے مضافات میں ترک مسلمان محصول وصول کرتے تھے یہ کتبہ قنوج کے راجہ گوند اچندر اد یوا (۱۱۰۴ء / ۱۱۵۴ء) کا ہے جو سنہ ۱۱۸۳ وکرماسموٹ / سنہ ۱۱۲۶ء کا لکھا ہوا ہے اس کتبہ کو منیر کے کسی برہمن نے عدالت میں پیش کیا تھا، اس کتبہ کی اصل عبارت مع انگریزی ترجمہ کے لئے دیکھئے نیز دیکھو ندیم بہار نمبر سنہ ۱۹۳۶ء

Journal of the Bihar and Orissa Research Society, December, 1916, Vol II P.P. 441-447.

دیا ہے: حضرت تاج فقیہ کا خاندان فتح کے بعد منیر ہی میں سکونت پذیر ہوا اور آج تک منیر اور اس کے مضافات میں سادات کے جو خانوادے موجود ہیں ان میں سے اکثر انہیں فاتحین کے بقایا ہیں۔

اسلامی علوم و فنون اور خصوصاً قرآن و سنت نبویہ ان بزرگوں کے دم سے وابستہ ہو کر رواج پاتے رہے ان کے پند و مواعظ اور مکتوبات و ملفوظات کی ورق گردانی کیجئے تو معلوم ہوگا کہ ترغیب و ترہیب، طب و رقی، فضائل و مناقب اور احسان و سلوک کی حد تک ان سے ان کا کشکول بھرا پڑا تھا۔

بہار میں حدیث و سنت کا رواج حضرت مخدوم شرف الدین احمد بن یحیی منیری (م ۷۸۲ ہجری)، اور ان کے خلفاء عظام ہی کے دور میں عام تھا، چنانچہ صحاح ستہ، مسند ابویعلیٰ، مشارق الانوار، سنن بیہقی، اور مسند ... وغیرہ کی روایتیں ان بزرگوں کے ملفوظات و مکاتیب میں جا بجا نظر آتی ہیں، حضرت مخدوم کی خدمت میں شیخ زین الدین دیوی کا صحیح مسلم پیش کرنا اور امام مظفر شمس بلخی (م ۸۰۳ھ) کے مطالعہ میں اس کے ایک مصحح نسخہ کا رہنا مصرح ہے۔ حضرت مخدوم احمد لنگر دریا (م ۸۹۱ھ) نے چھ ماہ کے عرصہ میں متن مصابیح حفظ کیا اسی دور میں ایک بزرگ شرف الدین احمد بن یعقوب بن اسحق بن خواجہ الکرازی البہاری الحنفی نے ملک شام پہنچ کر شیخ صلاح الدین ابو عبداللہ محمد بن الشیخ تقی الدین احمد بن الشیخ ابراہیم بن عبداللہ المقدسی (م ۷۸۰ھ ۱۳۸۰ء) کے حلقۂ تحدیث میں سماعت حدیث کی تھی۔

حضرت مخدوم الملک رح کے دوسرے خلیفہ شیخ منہاج راستی نے پھلواری کو رونق بخشی یہاں یہ شجرۂ مبارکہ خوب پھلا پھولا اس سلسلہ کے مشاہیر میں خواجہ عماد الدین قلندر بن شاہ

ل نزھۃ الخواطر (ص ۴۲) بحوالہ سیرت شرف ۲ے مناقب الاصفیا صفحہ ۱۵، مناقب کی عبارت بلفظ مکتوبات بست و ہشتم کے خاتمہ میں بھی ملے گی (۳)، تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو معارف اپریل ۱۹۲۹ء ج ۲۳ ص ۲۹۵-۲۹۹، مئی ج ۲۳ ص ۳۶۱-۳۶۵، اکتوبر ج ۲۴ ص ۲۵۱، نیز جامعہ اکتوبر ۱۹۳۱ء ج ۱ ۴ے کیٹلاگ کتب خانہ مشرقیہ بانکی پور ج ۵ حصہ ۲ صفحہ ۸۰ طبع ۱۹۲۹ء ۵ے سات برس کے تھے کہ والد نے شیخ نور الحق دہلوی سے تبرکاً حدیث کی اجازت دلوائی؛ شیخ الاسلام (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

برہان الدین قادری (م ۱۰۶۵ھ / ۱۲۴؁ء) مؤلف "سید ھارستہ" مولانا عتیق بہاری تلمیذ شیخ نور الحق دھلوی (م ۱۰۷۳ھ) و مولانا سید یٰسین گجراتی اور شیخ محمد وجیہ بن شیخ امان اللہ جعفری وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں حضرت شاہ ظہور الحق (م ۱۲۳۳ھ) حافظ صحیحین و حصن حصین اسی چمن کے گل سرسبد تھے۔

حضرت امام مظفر بلخی کی شرح مشارق غالباً بہار میں فن حدیث کی پہلی تصنیف ہے جس کے اجزاء کا ذکر حضرت مخدوم اپنے مکتوب دوازدہم میں اس طرح فرماتے ہیں :۔

"اجزائے از شرح مشارق نبشتہ بود، آں مقدار کہ بیاض سواد بود مطالعہ کردہ شد، موافق خاطر بود، معانی بسیار دارد از ہر نوعے و جنسے دہائے، دراں مشغول نشود کہ علم مشغول کنندہ است"

حاجی پور کے ایک بزرگ خواجہ بہاری، شیخ جمال الاولیاء کی خدمت میں تحصیل علم کرنے کے بعد لاہور پہنچے اور ملا محمد فاضل لاہوری سے تکمیل کی پھر استاذ ہی کے گھر پر سکونت پذیر ہو گئے ان کے متعلق صاحب تذکرۂ علماء ہند کے الفاظ یہ ہیں: فقیہ، محدث، مفسر، واقف اسرار حقانی بود، ۱۰۶۰ھ میں لاہور ہی میں پیوند خاک ہوئے۔

متاخرین میں سے مولانا کمال علی پوری اور مولانا محمد سعید حسرت (۱۲۳۱ھ تا ۱۳۰۱ھ) اسی میدان کے شہ سوار تھے، مولانا محمد سعید حسرت نے سید محمد عطوشی مدنی، سید محمد سنوسی مغربی، شیخ عبد الغنی دمیاطی، اور مولانا محمد یعقوب نواسہ شاہ عبد العزیز دہلوی سے بزمان قیام حرمین شریفین ۱۲۶۲ھ میں حدیث نبوی کی سند و اجازت لی۔

ان بزرگوں کے علاوہ بہار کی تاریخ حدیث میں جن کے اسماء گرامی رہتی دنیا تک روشن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حدیث کی تکمیل کی ان کا رسالہ سید ھارستہ بہار کی عوامی زبان کا بہترین نمونہ ہے اس کا ایک قلمی نسخہ مولانا محی الدین تمنا عمادی نزیل ڈھاکہ کے پاس محفوظ ہے [1] مکتوبات بست و ہشت: صفحہ ۱۷ مطبع علوی ۱۲۸۷ھ [2] تراجم الکملاء رحمٰن علی صفحہ ۵۸ طبع اول ۱۸۹۴ء [3] قسطاس البلاغۃ: ص ۳۰۸ - ۳۰۹، دیکھو جامعہ اکتوبر